قرآن کریم کی تفسیر اور اس کے مسائل
(شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افکار کا مطالعہ)

ڈاکٹر احسان اللہ فہد فلاحی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۴/شوال ۱۱۱۴ھ- ۲۹/محرم ۱۱۷۶ھ/ ۲۱فروری ۱۷۰۳-۲۰/اگست ۱۷۶۲ء) کا عظیم کارنامہ قرآنی علوم کی خدمت اور ان کی اشاعت ہے۔ان کے زمانہ میں مسلمانوں کی قرآن سے جذباتی وابستگی ان میں علمی اور فکری پختگی پیدا کرنے کے بجائے جمود و تعطل کی نذر ہوگئی تھی۔قرآن کریم کو نظری طور پر دین و شریعت کا سرچشمہ تسلیم کیا جاتا تھا، مگر مسائل و احکام میں فقہی جمود اور بحث و استدلال میں فلسفیانہ موشگافیوں نے جڑ پکڑ لیا تھا۔مدارس میں جلالین، مدارک التنزیل اور بیضاوی جیسی تفسیریں داخلِ نصاب تو تھیں، مگر ان تفسیروں کو قرآن فہمی اور اس کے نتیجے میں زندگیوں میں انقلاب برپا کرنے کے لیے نہ پڑھا جاتا تھا۔قرآن کے درس و تدریس کے ماحول میں بھی قرآن فہمی سے زیادہ تفسیر خوانی پر توجہ صرف ہوتی تھی۔ چنانچہ شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ:

> ”میرے زمانہ میں تین چیزوں کا رواج زیادہ ہے۔(۱) برہان یعنی یونانی علوم اور کلام سے مرکب علم (۲) وجدان یعنی تصوف اور صوفیاء کے رموز و اشارات (۳) سمع یعنی علوم نقلیہ میں انتشار“۔[۱]

انھوں نے مسلمانوں کے اس طرزِ عمل پر گرفت کی اور مسلمانوں کو نہایت ہی پرسوز طریقے پر مخاطب کیا کہ: ”اگر تم انصاف سے کام لو تو نزولِ قرآن کا اصل فائدہ یہ ہے کہ اس سے نصیحت حاصل کی جائے اور اس کی ہدایت سے رہنمائی حاصل کی جائے۔قرآن کا صرف تلفظ مقصود نہیں ہے، اگر چہ وہ بھی کارِ ثواب ہے، مگر مسلمانوں نے یہ کیا طریقہ

اختیار کرلیا ہے کہ وہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ قرآن سے اس شخص کو کیا حلاوت نصیب ہوسکتی ہے جو قرآن کے معنٰی و مفہوم کو نہیں سمجھتا"۔ ۲؎

چنانچہ شاہ صاحب نے قرآنی علوم کو عام کرنے اور عام لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرنے کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ انھوں نے قرآن کے مطالب و معانی کی تفہیم وتشریح کے لیے ترجمۂ قرآن سے لے کر متعلقاتِ قرآن تک متعدد بیش قیمت تصانیف چھوڑی ہیں، جن میں فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، فتح الخبیر بمالا بدّ حفظہ فی علم التفسیر، تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء، زہراوین (ترجمہ سورۂ بقرہ وآل عمران) اور المقدمۃ فی قوانین الترجمۃ مشہور ومتعارف ہیں۔

شاہ صاحب نے اصول تفسیر کے موضوع پر نہایت جامع کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" لکھی۔ علوم قرآنی کے موضوعات پر ان کی یہ سب سے زیادہ معروف ومقبول کتاب ہے۔ انھوں نے یہ کتاب فارسی میں لکھی تھی، لیکن اب اس کے ترجمے اردو، عربی اور انگریزی میں بکثرت دستیاب ہیں۔ یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود نہایت جامع اور مفید ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اس کتاب کی اہمیت اور جامعیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ: "اصول تفسیر پر عام طور پر کوئی چیز نہیں ملتی۔ صرف چند اصول وقواعد تفاسیر کے مقدمہ میں یا اپنا طرزِ تصیف بیان کرنے کے لیے بعض مصنفین چند سطروں میں لکھ دیتے ہیں۔ شاہ صاحب کی کتاب الفوز الکبیر بھی اگرچہ مختصر ہے، لیکن پوری کتاب سراسر نکات و کلیات ہے اور ایک جلیل القدر عالم کی، جس کو فہم قرآن کی مشکلات کا عملی تجربہ ہے، ایک قیمتی اور نادر بیاض ہے"۔ ۳؎

شاہ صاحب نے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر کی تالیف کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "جب اس فقیر پر قرآن کریم کے سمجھنے کا دروازہ وا ہوا تو میں نے سوچا کہ بعض مفید نکات جو قرآن کریم کو سمجھنے میں دوستوں کے لیے مفید ہوسکتے ہیں، ایک مختصر رسالہ میں منضبط کردوں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ان قواعد کو سمجھ لینے کے بعد طالب علموں پر کتاب اللہ کو سمجھنے میں ایک ایسی کشادہ راہ کھل جائے گی کہ اگر وہ ایک عمر کتب تفسیر کا مطالعہ

کرنے یا مفسر علمائے کرام سے پڑھنے میں صرف کریں تو اس قدر ضبط کے ساتھ حاصل نہیں ہوسکتا"۔ [۴]

"فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن" کے نام سے قرآن کریم کا سلیس فارسی ترجمہ شاہ صاحب کا زبردست کارنامہ ہے۔ انھوں نے نہ صرف فارسی زبان میں ترجمہ کیا، بلکہ اس پر مختصر حواشی بھی لکھے۔ ترجمۂ قرآن کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "نوخیز مسلم بچوں اور نونہالوں کو متنِ قرآن کے ساتھ معانی و مفاہیم کی بھی تعلیم دی جائے۔ ناظرہ قرآن اور فارسی رسائل کو اچھی طرح پڑھایا جائے، تاکہ وہ الفاظ و عبارتِ قرآن کے ساتھ فارسی زبان پر بھی ضروری دست رس حاصل کرلیں۔ کاروباری لوگ (اہل حرفہ) اور سپاہیوں کے بچوں کو علومِ عربیہ اور اچھی تعلیم کا موقع نہیں ملتا، لہٰذا ان کو "اول سن تمیز" میں اس کتاب یعنی ان کے فارسی ترجمۂ قرآن کو سبق در سبق پڑھا دیا جائے، تاکہ ان کے سینوں میں جو پہلی چیز جاگزیں ہو وہ کتاب اللہ کے معانی ہوں، تاکہ ان کی سلامتِ فطرت خراب نہ ہو اور وہ ملحدوں اور بے دین معقولیوں کے کلام سے گم راہ نہ ہوں اور ان کے سینوں میں ان کی بے لگام و ناپسندیدہ باتوں کی گندگی نہ جم جائے۔ ان بچوں اور نوجوانوں کو اس ترجمۂ قرآن کی کتاب ضرور پڑھائی جائے، تاکہ وہ تلاوتِ قرآن کی حلاوت سے آشنا ہوں۔ اگرچہ تمام مسلمانوں کے حق میں اس کتاب کا نفع متوقع ہے، لیکن بچوں اور ابتدائی طالب علموں کے حق میں وہ زیادہ روشن اور ظاہر ہے"۔ [۵]

شاہ صاحب کا ترجمۂ قرآن دیگر تراجم سے منفرد و ممتاز ہے۔ آپ نے اس کی انفرادی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ترجمہ چند وجوہ سے دوسرے تراجم سے ممتاز ہے:

(۱) ایک یہ کہ جس قدر نظم (عبارت) قرآن ہے اسی مقدار کے مثل معروف و متعارف فارسی میں ترجمہ کیا گیا ہے اور اس میں مراد کو ظاہر کیا گیا ہے اور تعبیر کی لطافت کو

برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسرے تراجم میں عبارت کی طوالت، تعبیر کی رکاکت اور مفہوم کے سمجھنے میں جو دقت درپیش ہے اس سے بساط بھر احتیاط کی گئی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ تمام تراجم دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتے۔ یا تو وہ قرآن سے متعلق قصوں کو مطلق ترک کر دیتے ہیں، یا ان کا پورا احاطہ کر لیتے ہیں۔ اس ترجمہ میں درمیانی راہ اختیار کی گئی ہے۔ لہٰذا جس مقام پر آیت کا معنٰی کسی قصہ پر موقوف و منحصر ہے وہاں اس سے دو تین کلمات بقدر ضرورت انتخاب کر کے لائے گئے ہیں اور جہاں آیت کے معنی قصہ پر موقوف نہیں ہیں، وہاں اس کو قطعی ترک کر دیا گیا ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ مختلف توجیہات میں صرف اسی کو اختیار کیا گیا ہے جو عربی ادب کے لحاظ سے سب سے قوی ہے، علم حدیث کے اعتبار سے سب سے زیادہ صحیح ہے۔ جس کسی نے ''تفسیر وجیز اور تفسیر جلالین'' کا، جو کہ اس ترجمہ کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں، مطالعہ کیا ہو اور دوسری تفاسیر بھی اس کے پیش نظر ہوں اسے اس باب میں کوئی شک نہیں لاحق ہوگا۔

(۴) چوتھے یہ کہ یہ ترجمہ کچھ اس انداز سے کیا گیا ہے کہ نحو کو جاننے والا قرآن کے اعراب، محذوف کی تعیین، ضمیر کے مرجع اور لفظ کے محل اور عبارت میں مقدم و موخر کو خوب جان لے گا اور جو شخص نحو سے واقف نہیں ہے، وہ بھی مقصد سے محروم نہ رہے گا۔

(۵) پانچویں یہ کہ ترجمہ دو حال سے کبھی خالی نہیں ہوتا۔ یا تو لفظی ترجمہ ہوگا یا بامحاورہ ترجمہ ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک میں خللِ معانی کی بہت سی صورتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ ترجمہ ان دونوں طریقوں کا جامع ہے اور ان دونوں کے خلل میں سے ہر ایک کا ایک علاج مقرر کیا گیا ہے۔[۶]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ترجمۂ قرآن کی نہایت ممتاز اور نادر خصوصیت یہ ہے کہ قرآنی آیات، تراکیب، الفاظ و کلمات کے معانی و مفاہیم کی تفہیم و تعیین رسول اکرم ﷺ کی احادیثِ مقدسہ سے لی گئی ہے۔ وہ صرف عربیت سے مطابقت، فقہی لحاظ سے مضبوط اور عربی قواعد صرف کے اعتبار سے صحیح ترین کو معنی آفرینی کے لیے کافی نہیں سمجھتے، بلکہ قرآنی ترجمہ میں حدیث نبوی کی موافقت اور اس سے ہم آہنگی کو لازمی قرار دیتے ہیں،

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور آپ کی سنت ہی قرآن کریم کی بہترین شارح ہے۔

شاہ صاحب نے اپنے فارسی ترجمہ وتشریح میں حدیث نبوی کی رعایت دوطرح سے کی ہے۔ بعض مقامات پر آپ حدیث نبوی کی روشنی میں ترجمہ وتشریح کرتے ہیں اور حدیث کا حوالہ رقم فرماتے ہیں۔ لیکن بیش تر مقامات پر آپ حدیث نبوی کا حوالہ دیے بغیر ترجمہ اس کی رعایت سے کرتے ہیں اور اس کا حاشیہ بھی حدیث نبوی کی روشنی میں رقم کرکے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

سب سے پہلے ان کے ان تراجم اور تفسیر کا ذکر مناسب ہے جن میں انھوں نے احادیث نبوی کا صراحتاً تذکرہ کیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (البقرۃ-۱۷۳)	اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے کہ مردار نہ کھاؤ، خون سے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا اور کسی کا نام لیا گیا ہو۔ ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھالے بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں حرام کھانوں سے متعلق شاہ صاحب کا تشریحی حاشیہ قرآن وسنت کے تعلق، تطبیق حدیث وقرآن کی خوب صورت وضاحت کرتا ہے: ''مترجم گوید کہ اگر گوئی کہ درایں آیت حصر کردہ شد تحریم را در اشیاء مذکور، حالانکہ در حدیث سباع وحمار و مانند آن را نیز حرام شمردہ است پس وجہ تطبیق چہ باشد گویم حصر اضافی است بہ نسبت بحائر وسوائب کہ حرام می دانستند پس در بہیمۃ الانعام ہیچ چیز حرام نیست غیر اشیاء مذکورہ ودر خبائث وسباع و مانند آں سخن نہ داشتند واللہ اعلم''۔ ۷

شاہ صاحب کے مطابق اس آیت کریمہ میں تحریم کا حصر نہیں ہے، بلکہ یہ حصر

اضافی ہے اور صرف بہیمۃ الانعام سے متعلق ہے، جب کہ حدیث نبوی میں تحریم کو خبائث اور سباع کے باب میں بھی وسیع کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا. (النساء-۱۰۱)	اور جب تم لوگ سفر کے لیے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر نماز میں اختصار کردو (خصوصاً) جب کہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے، کیوں کہ وہ کھلّم کھلّا تمہاری دشمنی پر تلے ہوئے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''مترجم گوید مشہور آں است کہ ایں آیت در صلوۃ مسافر نازل شدہ است وخوف قید اتفاقی است وآنچہ نزدیک ایں بندہ رجحان یافتہ است آنست کہ این آیت در صلوۃ خوف نازل شدہ است وسفر قید اتفاقیست ومراد از قصر در کیفیت رکوع وسجود است کہ بایمائے ادا ایشواں کردنہ کمیت رکعات واللہ اعلم''۔ ۸	مترجم کہتا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ یہ آیت مسافر کی نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور خوف کی قید اتفاقی ہے، لیکن اس بندہ کے نزدیک قوی یہ ہے کہ یہ آیت صلوٰۃ خوف کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور سفر کی قید اتفاقی ہے اور مراد قصر سے رکعات کی تعداد کے بجائے رکوع و سجود کی کیفیت میں قصر ہے جو کہ اشارہ سے ادا کیے جائیں گے۔

یہی رائے شاہ صاحب نے موطا امام مالک میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے ضمن میں دی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ قرآن میں صلوٰۃ خوف اور صلوٰۃ حضر کا ذکر تو ہم پاتے ہیں، لیکن صلوٰۃ سفر کا ذکر نہیں پاتے، تو اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو ہمارے پاس بھیجا، جب کہ ہم کچھ نہیں جانتے تھے، اس لیے ہم وہی کرتے ہیں جو ہم نے نبی کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ۹

شاہ صاحب اس کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول اس بارے میں صریح ہے کہ یہ آیت صلوٰۃ خوف کے بارے میں ہے، صلوٰۃ سفر کے

بارے میں نہیں ہے اور اس صورت میں قصر کے معنٰی رکوع و سجود کا اشارہ سے انجام دینا ہے اور سفر کی قید اتفاقی ہے۔ [۱۰]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلاً وَالَّذَانِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّاباً رَّحِيْماً. (النساء:۱۵-۱۶)

تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کو گواہی لو اور اگر چار آدمی گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں بند کر دو، یہاں تک کہ انھیں موت آ جائے۔ یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ نکال دے۔ اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں ان دونوں کو تکلیف دو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انھیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیات میں بیویوں کی بدکاری کرنے کی سزا یہ بیان ہوئی ہے کہ انھیں گھروں میں بند کر دیا جائے اور سزا دی جائے، مگر شاہ صاحب نے حاشیہ قرآن میں یہ تشریح کی ہے:

''ایں آیت مجمل است و در احادیث مذکور شد کہ بکر حر را صد تازیانہ باید و ثیب حر را رجم باید کرد و عبد را پنجاہ تازیانہ واللہ اعلم'' [۱۱]

(اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو راہیں مقرر کر دی ہیں۔ شادی شدہ (ثیب) کو سنگسار کرنے اور کنواری (بکر) کو کوڑا مارنے کی۔ فی الحال حبس و قید کی سزا نہیں ہے) یہ آیت مجمل ہے اور احادیث میں مذکور ہے کہ آزاد کنوارے یا کنواری کو سو تازیانے مارے جائیں اور آزاد شادی شدہ مرد یا عورت کو سنگسار کیا جائے اور غلام/باندی کو پچاس تازیانے مارے جائیں۔

شان نزول سے متعلق شاہ صاحب کے بیش تر حواشی احادیث و روایات پر مبنی ہیں۔مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ .	اے لوگو جو ایمان لائے ہو رَاعِنَا نہ کہا کرو بلکہ اُنْظُرْنَا کہو اور توجہ سے بات سنو۔یہ کافر تو عذاب الیم کے مستحق ہیں۔

(البقرۃ-۱۰۴)

اس آیت کی شان نزول بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''یہودیوں کی ایک شرارت یہ تھی کہ وہ نبی ﷺ کی مجلس میں آتے اور لفظ راعنا کہتے۔اس لفظ کے دو معانی ہیں: ایک یہ کہ ہماری رعایت کیجیے اور ہم پر شفقت کیجیے۔دوسرے معنی رعونت رکھنے والے کے ہیں۔اس سے ان کا مقصد گالی دینا ہوتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس لفظ سے روک دیا، تا کہ فساد کا دروازہ بند ہو جائے۔ ۱۲

اسی طرح سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

يَـآ يُّهَـا الـنَّـاسُ كُلُوْا مِمَّـا فِـى الْاَرْضِ حَـلٰلاً طَيِّبـاً وَّلا تَتَّبِـعُـوْا خُـطُوٰتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. (البقرۃ-۱۶۸)	لوگو زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انھیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو۔وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اس آیت کریمہ میں حلال چیزیں کھانے کے بارے میں حکم خداوندی ہے۔اس سے متعلق شاہ صاحب کا حاشیہ ہے کہ اہلِ جاہلیت نے بہت سی چیزوں، مثلاً بحائر وسوائب کو حرام کر لیا تھا، لہٰذا یہ آیت اتری اور اس کی شان نزول حدیث سے ثابت ہے۔ ۱۳

قرآن پاک میں یہود سے متعلق کہا گیا ہے:

يَـآ يُّهَـا الـرَّسُوْلُ لا يَحْـزُنْكَ الَّـذِيْـنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا آمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ	اے پیغمبرؐ! تمہارے لیے باعث رنج نہ ہوں وہ لوگ جو کفر کی راہ میں بڑی تیز گامی دکھا رہے ہیں خواہ وہ ان میں سے

تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ آخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوكَ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا. (المائدہ-۴۱)

ہوں جو منھ سے کہتے ہیں ایمان لائے مگر دل ان کے ایمان نہیں لائے یا ان میں سے ہوں جو یہودی بن گئے ہیں جن کا حال یہ ہے کہ جھوٹ کے لیے کان لگاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کی خاطر، جو تمہارے پاس کبھی نہیں آئے، سن گن لیتے پھرتے ہیں۔ کتاب اللہ کے الفاظ کو ان کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو مانو نہیں تو نہ مانو۔

اس آیت سے متعلق شاہ صاحب نے اپنے حاشیہ میں یہ تشریح کی ہے:

''مترجم گوید در توریت رجم زانی نازل شدہ بود و یہود تحریف کردہ روئے زانی را سیاہ کردن و چند تازیانہ زدن قرار دادند دور زماں آنحضرتؐ درمیان ایشاں زنا واقع شد زانی را پیش آنحضرت بدست منافقان و ذمیان فرستادند بقرار آں کہ اگر جلد فرمایند بکنیم و اگر رجم فرمایند نکنیم آں حضرتؐ حقیقت رجم اظہار فرمودند و رجم کردند دریں آیات اشارہ است بآں قصہ''۔ [۱۴]

عہد نبوی میں یہود نے زنا کی سزائے رجم کو معطل کر رکھا تھا اور توریت کے حکم کو چھپاتے تھے۔ جب اس طرح کا ایسا مقدمہ دربار رسولؐ میں پیش ہوا تو آپ نے توریت کے حکم پر عمل کروایا اور ان کے فریب و تعطل اور نافرمانی کو کھول دیا۔ یہ پوری تفصیل حدیث نبوی پر مبنی ہے۔

شاہ صاحب نے اپنے فارسی ترجمہ و تشریح میں حدیث نبوی کو ملحوظ رکھنے کا جو دوسرا طریقہ اپنایا ہے وہ یہ ہے کہ بیش تر مقامات پر آپ حدیث نبوی کا حوالہ دیے بغیر ترجمہ اس کی رعایت سے کرتے ہیں اور اس کا حاشیہ بھی حدیث نبویؐ کی روشنی میں حدیث کا حوالہ دیے بغیر لکھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ. (المائدۃ-۵)

اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں خواہ وہ اہلِ ایمان کے گروہ سے ہوں یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ بنو۔ نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو اور جس کسی نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کیا تو اس کا سارا کارنامۂ زندگی ضائع ہو جائے گا اور وہ آخرت میں دیوالیہ ہوگا۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مُحْصَنَاتِ اس جگہ پاک دامن و پارسا کے معنی میں ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک آزاد کے معنیٰ میں- اور غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ سے معلوم ہوا کہ نکاحِ متعہ درست نہیں ہے۔ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ سے معلوم ہوا کہ خفیہ نکاح درست نہیں ہے''۔ ۱۵

علمائے اہل السنہ والجماعہ کے نزدیک نکاحِ متعہ درست نہیں ہے، مگر اس کی بنیاد وہ اس حدیث کو قرار دیتے ہیں جو حضرت علیؓ سے مروی ہے:

ان رسول اللہ ﷺ نهى عن متعة النساء يوم خيبر وعن اكل لحوم الحمر الانسية. ۱۶

رسول اللہؐ نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

لیکن شاہ صاحب نے حدیث کا ذکر کیے بغیر حدیث کی روشنی میں مذکورہ آیت سے استدلال کر کے متعہ کی حرمت پر نص قطعی کا ہونا ثابت کیا ہے۔

بعض مواقع پر شاہ صاحب نے ائمہ اربعہ کی رائے کو نظر انداز کر کے اپنے ذاتی رجحان کا اظہار کیا ہے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی بات کہہ کر آگے بڑھ گئے ہیں۔

قرآن کا اعلان ہے:

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلاَ يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ. (النور-۳۱)

اور اے نبیؐ مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہوجائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے شاہ صاحب حاشیہ فتح الرحمٰن میں لکھتے ہیں کہ:

''زینت کے مقام دوطرح کے ہیں: ایک تو وہ جس کے چھپانے میں حرج ہے اور وہ چہرہ اور ہتھیلی ہے۔ دوسرے وہ جس کے چھپانے میں حرج نہیں ہے، مثلاً سر، گردن، بازو، بانہہ اور پنڈلی۔ چنانچہ چہرہ اور ہتھیلی کا دوسروں کے سامنے چھپانا فرض ہے، لیکن محرم کے سامنے فرض نہیں ہے۔ ۱۷

چہرے کے پردہ کے سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض چہرہ کا پردہ لازم سمجھتے ہیں اور بعض لوگ اسے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ دونوں اقوال کے لیے قرآن اور احادیث میں دلائل اور اشارات موجود ہیں۔ شاہ صاحب نے سنت اور فرض کی تقسیم کر کے صورت مسئلہ کو نہایت خوش اسلوبی سے واضح کر دیا ہے۔ ۱۸

سورۂ فاتحہ کی آخری آیت غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّيْن کی تشریح شاہ صاحب نے اپنے حاشیہ میں حدیث کا ذکر کیے بغیر حدیث کی روشنی میں کی ہے۔ ان کے نزدیک ''المغضوب علیھم'' سے مراد یہود اور ''الضالین'' سے مراد نصاریٰ ہیں۔ مختلف احادیث میں اس کی صراحت ملتی ہے۔ ۱۹

قرآن کا فرمان ہے:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوْقَ وَلاَ جِدَالَ فِى الْحَجِّ. (البقرہ-۱۹۷)

حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں۔ جو شخص ان مقرر مہینوں میں حج کی نیت کرے اسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران میں اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔

اس آیت میں حج کے معلوم مہینوں کی تصریح شاہ صاحب نے شوال، ذی قعدہ اور عشرۂ ذی الحجہ سے کی ہے، جو حدیث نبوی پر مبنی ہے۔ اسی طرح مناسک حج سے متعلق شاہ صاحب کے تمام حواشی احادیث نبوی پر مبنی ہیں۔ [۲۰]

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو خطاب کر کے فرمایا ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلاَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلاَ الْهَدْيَ وَلاَ الْقَلآئِدَ وَلَآ آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَاناً. (المائدہ-۲)	اے لوگو جو ایمان لائے ہو، خدا پرستی کی نشانیوں کو بے حرمت نہ کرو۔ نہ حرام مہینوں میں سے کسی کو حلال کر لو۔ نہ قربانی کے جانوروں پر دست درازی کرو۔ نہ ان جانوروں پر ہاتھ ڈالو جن کی گردنوں میں نذر خداوندی کی علامت کے طور پر پٹے پڑے ہوئے ہوں۔ نہ ان لوگوں کو چھیڑو جو اپنے رب کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں مکان محترم (کعبہ) کی طرف جا رہے ہیں۔

اس آیت کے حاشیہ میں شاہ صاحب نے صراحت کی ہے کہ چار مہینے رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں قتال نہ کرنا چاہیے کہ وہ مقدس مہینے ہیں۔ یہ تعیین حدیث نبوی کی بنا پر کی گئی ہے۔ [۲۱]

اسرائیلی روایات کے سلسلے میں شاہ صاحب کا نقطۂ نظر ہے کہ اسرائیلی روایات علماء اہل کتاب سے منقول ہیں، نہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے۔ اس لیے فتح الرحمٰن میں شامل نہیں کی گئی ہیں۔ البتہ جہاں اس کے بغیر معنٰی کی وضاحت نہیں ہوتی ان کا حوالہ دیا گیا ہے۔ قاعدہ ہے: ''الضرورات تبیح المحظورات'' (ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں)۔ [۲۲]

شاہ صاحب نے اکثر مقامات پر اسی ضابطہ کی پیروی کی ہے۔ مگر بعض مقامات پر انھوں نے قرآنی واقعہ کی توضیح جب مذکورہ ضابطہ پر کی ہے وہاں غالباً ان کی نظر سے واقعہ

کا دوسرا رخ اوجھل رہ گیا ہے، اس وجہ سے ان کی توجیہ دیگر مفسرین کی طرح قرآن کی گرہ کھولنے سے قاصر رہی۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلاً خَفِیْفاً فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّا اَثْقَلَتْ دَعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَیْتَنَا صَالِحاً لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ فَلَمَّا آتٰهُمَا صَالِحاً جَعَلاَ لَهٗ شُرَکَآءَ فِیْمَا آتٰهُمَا فَتَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ. (الاعراف-۱۸۹-۱۹۰)

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔ پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو اسے ایک خفیف سا حمل رہ گیا جسے لیے لیے وہ چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں نے مل کر اللہ، اپنے رب سے دعا کی کہ اگر تو نے ہم کو اچھا سا بچہ دیا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے، مگر جب اللہ نے ان کو ایک صحیح وسالم بچہ دے دیا تو وہ اس کی اس بخشش و عنایت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے۔ اللہ بہت بلند و برتر ہے۔ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

شاہ صاحب نے مندرجہ بالا آیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ انسان کی صورتِ حال ہے کہ حمل کے وقت اس کی نیت درست ہوتی ہے اور جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اسے بھول جاتا ہے اور نام میں شرک کرتا ہے۔ یہ حضرت حوّا کے حال پر منطبق ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث (؟) میں آیا ہے کہ جب حضرت حوا حاملہ ہوئیں تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور جب لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام عبدالحارث رکھ دیا...... لیکن حضرت آدمؑ اس شرک سے بری ہیں اور یہ آیت ان کی عصمت کو نقصان نہیں پہونچاتی۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نام میں شرک بھی شرک ہے۔ جس طرح لوگ غلامِ فلاں اور عبدِ فلاں وغیرہ نام رکھتے ہیں۔ ۲۳؎

ان آیات کی تشریح میں شاہ صاحب نے عصمت نبی کو بچانے کی کوشش کی ہے، مگر حدیث کے حوالہ سے مذکورہ واقعہ لکھ کر آیات کا وہی مفہوم بیان کیا ہے جو بالعموم بتایا جاتا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اس حدیث کو تین وجوہ سے معلول قرار دیا ہے۔ (سب سے پہلے حدیث کی سند پر نظر ڈالیے، ابن جریر طبریؒ اس حدیث کی روایت کرتے ہیں **عن محمد بن بشار عن بندار عن عبد الصمد** اور امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں **عن محمد بن المثنی عن عبد الصمد** اور کہتے ہیں **هذا حديث حسن غريب لا نعرفه الا من حديث عمرو بن ابراهيم و رواه بعضه عن عبد الصمد ولم يرفعه**)
اب علامہ ابن کثیرؒ کے نقد کو ملاحظہ کیجیے۔

(۱) عمرو بن ابراہیم بصری ہیں۔ ابو حاتم الرازی نے ان کے بارے میں کہا ہے: **لا يحتج به** (نا قابل اعتبار ہے)

(۲) یہ قول سمرہ کا ہے اور حدیث مرفوع نہیں ہے۔ چنانچہ ابن جریر کہتے ہیں کہ **حدثنا ابن عبد الاعلیٰ حدثنا المعتمر عن ابيه حدثنا بكر بن عبد الله عن سليمان التيمي عن ابي العلا بن السخر عن سمرة بن جندب قال سمّى آدم ابنه عبد الحارث۔**

(۳) حضرت حسن بصریؒ نے بھی اس آیت کی تفسیر کی ہے، مگر انھوں نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ اگر ان کے نزدیک سمرہ بن جندب سے مروی مرفوع حدیث ہوتی تو وہ اس کو ضرور بیان کرتے۔ ابن جریرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت حسن نے کہا کہ یہ بعض ملتوں کے بارے میں ہے، نہ کہ حضرت آدمؑ کے بارے میں۔

ان تین اشکالات کے بعد ابن کثیرؒ اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ یہ روایت صحابی پر موقوف ہے اور اس کا احتمال ہے کہ انھوں نے اسے بعض ان اہل کتاب سے لیا ہو جو ایمان لے آئے تھے، مثلاً حضرت کعبؓ، حضرت وہب بن منبہؒ وغیرہ۔ [۲۴]

مندرجہ بالا پوری بحث پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی لکھتے ہیں:

''حافظ ابن کثیر کا خیال زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے۔ زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ اس آیت کا مصداق کفار کو مان لیں جو خدا سے اولاد کی دعا مانگتے تھے اور جب ان کو اولاد مل

جاتی تھی تو بدستور شرک کا ارتکاب کرتے تھے۔ اگر حضرت حوا اس کا مصداق ہوتیں تو حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کی طرح ان پر بھی عتاب نازل ہوتا، کیونکہ انبیاء کی بیویوں کا معاملہ عام عورتوں سے مختلف ہوتا ہے۔ دین کے مزاج کا تقاضا ہے کہ معیار نبوت کو گرانے کے بجائے روایت کے سقم کو قبول کرلیا جائے۔ اس موقع پر شاہ صاحب کم زور محسوس ہوتے ہیں۔ ۲۵

ان چند مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ حدیث وسنت کی روشنی میں قرآن کریم کی تفسیر وتشریح کے میدان میں شاہ ولی اللہ دہلوی کا نقطۂ نظر بڑا معتدل ہے۔ وہ تفسیری روایات میں اسرائیلی روایات کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے ہیں اور بحیثیت محدث کے عام طور پر ان احادیث ہی سے استدلال کرتے ہیں جو روایت ودرایت کے اعتبار سے محدثین کے معیار پر پوری اترتی ہیں۔ تفسیر قرآن کے میدان میں تاریخ اسلامی میں افراط وتفریط کے دو نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ ان کے درمیان اعتدال اور توازن کی راہ ہی فہم قرآن کی کلید کھولنے میں سب سے زیادہ معاون ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر ہندوپاک میں قرآن فہمی کی جو راہ ہموار ہوئی ہے اس میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے خانوادہ کا مقام سب سے اونچا دکھائی دیتا ہے۔

حواشی ومراجع

۱۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، التفہیمات الالٰہیہ، المجلس العلمی ڈابھیل، ۱۹۳۶ء، حصہ اول، ص ۸۲۔

۲۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، قرآن مجید مترجمہ فارسی، تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی، لاہور، ۱۹۸۶ء، مقدمہ قرآن، ج

۳۔ ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس تحقیقات ونشریات، لکھنؤ، ۱۹۸۴ء، جلد پنجم، ص ۱۵۰-۱۵۱۔

۴۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، الفوز الکبیر، مطبع محمدی دہلی، ص ۲-۳۔

۵۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، قرآن مجید مترجمہ فارسی، حوالہ بالا۔ ۶۔ حوالہ بالا، د-ھ

۷۔ حوالہ بالا، حاشیہ ۲، ص ۳۳ ۸۔ حوالہ بالا، حاشیہ ۳، ص ۱۱۵

۹۔ مالک بن انس، الموطا مع تنویر الحوالک، المطبعۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر، کتاب الصلوٰۃ،

باب قصر الصلوٰۃ فی السفر۔
۱۰۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، مصفّٰی، مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۳ھ، ج اول، ص ۱۴۱۔
۱۱۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، قرآن مجید مترجمہ فارسی، حوالہ بالا، حاشیہ ۲، ص ۹۸۔
۱۲۔ حوالہ بالا، حاشیہ ۱، ص ۲۱۔ ۱۳۔ حوالہ بالا، حاشیہ ۲، ص ۳۳
۱۴۔ حوالہ بالا، حاشیہ ۲، ص ۱۳۸ ۱۵۔ حوالہ بالا، حاشیہ ۴، ص ۱۳۱
۱۶۔ محمد بن عبداللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، طبع حیدرآباد ۱۳۴۰ھ، ص ۳۹۳۔
۱۷۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، قرآن مجید مترجمہ فارسی، حوالہ بالا، حاشیہ ۳، ص ۴۲۶۔
۱۸۔ مولانا محمد سعود عالم قاسمی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی قرآنی فکر کا مطالعہ، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی، ۱۹۹۴ء، ص ۱۲۷-۱۲۸۔
۱۹۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، قرآن مجید مترجمہ فارسی، حوالہ بالا، حاشیہ ۲، ص ۳
۲۰۔ حوالہ بالا، حاشیہ ۲، ص ۲۹۔ ۲۱۔ حوالہ بالا، حاشیہ ۳، ص ۲۹۔
۲۲۔ حوالہ بالا، مقدمہ ۲۳۔ حوالہ بالا، حاشیہ ۲، ص ۲۱۱-۲۱۲۔
۲۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، مکتبۃ الریاض، ۱۹۸۰ء، الاعراف-۱۹۰
۲۵۔ مولانا محمد سعود عالم قاسمی، حوالہ بالا، ص ۱۵۰-۱۵۱۔
(اس مضمون کی ترتیب اور فارسی ترجمہ کے لیے بھی اس کتاب سے مدد لی گئی ہے)

اقرأ پبلی کیشنز سری نگر میں سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی کی سول ایجنسی (Sole Distributors) قائم ہوگئی ہے۔ تحقیقاتِ اسلامی کے علاوہ دیگر تحریکی اخبارات و رسائل دعوت، زندگی نو، حجاب اسلامی، رفیق منزل، افکار ملی اور The Companion بھی ایجنسی نرخ (Agency Rate) پر دستیاب ہیں۔ (اس کے علاوہ دینی اور درسی کتابیں بھی ملتی ہیں) مذکورہ رسائل انفرادی طور پر یا ان کی ایجنسی چاہنے والے حضرات درج ذیل پتے پر رابطہ قائم کریں۔

Iqra Publications

2nd Floor, Iqbal Shopping Complex Opp. Iqbal Park Srinagar-9 (J&k)

Phone(O): 0194-2475728 Mobile: 9419017149, 9419537008